www.paksights.com

سوال نمبر 1

(الف) سرسید احمد خان

سرسید احمد خاں 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد میر متقی کو شاہی دربار میں بڑا اثرورسوخ حاصل تھا آپ کی تربیت اور تعمیر اخلاق وکردار میں آپ کی والدہ کا بڑا دخل تھا۔ 1838ء میں والد کا انتقال ہوگیا آپ نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں 1839ء میں بحیثیت نائب منشی ملازمت اختیار کرلی۔ 1841ء میں منصفی کا امتحان پاس کر کے منصف مقرر ہوئے۔ 1846ء میں آپ کو چیف جج کے عہدے پر ترقی دی گئی ملازمت کے سلسلے میں آپ دہلی، بجنور، مراد آباد، غازی پور اور بنارس میں مقیم رہے۔ 1876ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آگئے اور اپنی زندگی کے بقیہ سال اپنے ارادوں کی تکمیل میں یہیں گذار دیے۔

آغاز و وجوہات:

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر سخت دباؤ کا شکار تھے۔ اور انتہائی مایوس کن دور سے گذر رہے تھے۔ سرسید احمد نے اپنی تحریک کے ذریعے انگریزوں اور ہندوؤں کے مظالم کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کی اہمیت واضح کی کہ حقوق کی جنگ لڑنے کا اصل طریقہ تعلیمی ترقی ہے۔

مقاصد:

تحریک علی گڑھ کے درج ذیل مقاصد تھے۔

1- مسلمانوں اور حکومت کے درمیان اعتماد بحال کرنا۔

2- مسلمانان برصغیر کو جدید علوم اور انگریزی زبان سیکھنے کی طرف راغب کرنا۔

3- مسلمانان برصغیر کو سیاست سے باز رکھنا۔

سرسید احمد خان کی تعلیمی خدمات

تحریک علی گڑھ بنیادی طور پر ایک علمی تحریک تھی۔ اس تحریک نے تعلیمی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

1- مراد آباد سکول
2- غازی پور مدرسہ
3- سائنٹفک سوسائٹی
4- کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند
5- ایم۔اے۔او ہائی سکول علی گڑھ
6- ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ
7- محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس
8- مسلم علی گڑھ یونیورسٹی
9- دیگر ادارے

1- مراد آباد مدرسہ:

سرسید احمد نے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز 1859ء میں مراد آباد میں ایک مدرسے سے کیا۔

2- غازی پور مدرسہ:

1862ء میں غازی پور میں دوسرا مدرسہ قائم کیا جس میں اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ انگریزی کو بھی نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔

3- سائنٹیفک سوسائٹی:

آپ نے 1863 میں سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور کا افتتاح کیا۔اس سوسائٹی کا مقصد مغربی علوم کو ہندوستان میں رائج کرنا تھا اس سوسائٹی نے سائنس، تاریخ، ادب اور دیگر علوم کی بہت سی کتابوں کو انگریزی سے اردو زبان میں منتقل کیا گیا۔سوسائٹی کا دفتر 1876ء میں علی گڑھ منتقل کر دیا گیا۔

4- کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند:

1869ء میں سرسید احمد اپنے بیٹے محمود کے ہمراہ انگلستان گئے۔جہاں آپ نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کے نظام تعلیم کا جائزہ لیا وطن واپس آکر آپ نے 1870ء میں کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانانِ ہند قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب دریافت کرے اور تلافی کی تجاویز بتائے کمیٹی کی تجویز پر محمڈن کالج فنڈ کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے مسلمانوں، انگریزوں اور دوسری قوموں سے عطیات اور چندے جمع کرنے کی مہم شروع کی تا کہ تعلیمی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔

5- ایم۔اے۔او ہائی سکول علی گڑھ:

مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ترقی کیلئے سرسید احمد خان نے علی گڑھ میں ایم۔اے۔او ہائی سکول قائم کیا اس کا افتتاح سر ولیم میور نے 12 نومبر 1875 کو کیا۔

6- ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ:

8 جنوری 1877ء کو وائسرائے ہند لارڈ لٹن نے ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ کا افتتاح کیا جس میں جدید علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا گیا۔

7- محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس:

سرسید احمد خان نے 1886ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کالج سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوئی دور دراز مقامات پر اس کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔اس کانفرنس نے مسلمانوں میں حصول تعلیم کے لیے ایک ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔اس کانفرس کا مقصد مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنا اور تحریک علی گڑھ کیلئے چندہ اکٹھا کرنا تھا

8- مسلم علی گڑھ یونیورسٹی:

ایم۔اے۔او کالج کو 1920 میں یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا یہ برصغیر میں مسلمانوں کی پہلی یونیورسٹی تھی۔

دیگر ادارے:

سرسید احمد خان کی کوششوں سے برصغیر کے طول وعرض میں علی گڑھ کے پیٹرن پر کئی ادارے قائم کئے گئے جن میں سندھ مدرسۃ السلام کراچی، مسلم کالج کانپور، اسلامی کالج پشاور، اسلامیہ کالج لاہور وغیرہ شامل ہیں۔

www.paksights.com

سوال نمبر 2

قیام پاکستان کے اسباب

1- اسلامی ریاست کا قیام:

قیام پاکستان کا اولین مقصد برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ اسلامی ریاست قائم کرنا تھا کیونکہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے اسلامی شناخت کے ساتھ زندہ رہنا ناممکن تھا۔

قائداعظم نے علی گڑھ کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ قیام پاکستان دراصل ایک اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش ہے انہوں نے فرمایا کہ

"پاکستان تو اسی روز معرض وجود میں آ گیا تھا جس دن ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا جب وہ مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا بلکہ ایک جداگانہ قوم کا فرد بن گیا اور ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی"۔

برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام کیوں ضروری تھا۔ اس کی وضاحت وہ یوں کرتے ہیں۔

"پاکستان کے مطالبے کا محرک اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ مملکت کے مطالبے کی وجہ کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کی وجہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال بلکہ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔"

2- قومی حیثیت اور دو قومی نظریہ:

برصغیر میں مسلمان ایک علیحدہ قومی حیثیت کو صدیوں سے قائم رکھے ہوئے تھے۔ اسی قومی حیثیت کو نہ تو ہندو انتہاء پسندی ختم کر سکی اور نہ ہی برطانوی دور اقتدار کوئی نقصان پہنچا سکا۔ مسلمانوں کو بڑے طویل عرصے کے لئے برصغیر میں سیاسی، معاشرتی اور معاشی غلبہ حاصل رہا۔ انگریزوں کے اقتدار میں آنے سے وہ اپنے اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بیسویں صدی میں آزادی کی تحریکوں کا آغاز ہوا تو مسلم قوم کو بڑی شدت سے یہ احساس ہوا کہ مسلمانوں کا مذہب اپنی الگ شناخت، رسم و رواج، انداز زندگی، تہذیب و تمدن اور دوسری خصوصیات جو انہیں تمام قوموں میں منفرد بناتی ہیں وہ متحدہ قومیت کی یلغار میں اپنی انفرادیت کھو دیں گی۔ ہندو انہیں اپنی ثقافت اور متحدہ قومیت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی سے لے کر اقبال تک تمام مسلم راہنماؤں نے مسلم قوم کے خالص تصور کو برقرار رکھنے کی کوششیں کی۔ تاکہ مسلم قوم اپنی قومی حیثیت اور وجود کو ختم نہ ہونے دے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ انگریز حکومت کے خاتمے کے بعد وہ اپنی قومی حیثیت کو کھو بیٹھیں گے کیونکہ ہندو اکثریت نے کبھی مسلم قوم کے علیحدہ قومی تشخص کو قبول نہیں کیا تھا؟ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ایک علیحدہ ریاست قائم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں مسلم قوم کا جداگانہ قومی وجود اور پہچان قائم دائم رہ سکے اور ہندو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اور یہ صرف دو قومی نظریہ پر عمل کر کے ہی ممکن تھا۔

3- مسلم تہذیب و ثقافت کا تحفظ:

برصغیر میں مسلمانوں کی علیحدہ قومی حیثیت کی پہچان ان کا جداگانہ تہذیبی و ثقافتی ورثہ تھا جو انہیں اپنے آباؤ اجداد سے ملا تھا۔ اپنی زبان، رسم و رواج، لباس، خوراک اور انداز زندگی کے اعتبار سے مسلمان ہمیشہ منفرد رہے ہیں۔ ہندوؤں نے مسلم تہذیب و ثقافت کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے گئی

www.paksights.com

تحریکیں چلائیں جس میں ایک کوشش اردو زبان کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان کا درجہ دلانے کی ہے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ عربی رسم الخط کی جگہ ہندی کا دیوناگری رسم الخط متعارف کروایا جائے۔ اس مطالبے کو پورا کروانے کے لیے انہوں نے مسلح جدوجہد کی اس کے علاوہ شدھی، سنگھٹن، ہندو مہاسبھا اور آریا سماج جیسی تحریکوں نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔

کانگرسی وزارتیں 1937ء کے اقتدار کے دوران ہندوؤں نے واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم کو آگے بڑھایا اگر سرسید احمد خان اور محسن الملک اُردو زبان کے تحفظ کی تحریک نہ چلاتے تو شاید ہندو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے۔ برصغیر کی آزادی کی تحریک نے جب زور پکڑا تو مسلمانوں کو یہ خدشات لاحق ہوئے کہ اگر برصغیر متحدہ طور پر آزاد ہو گیا تو ہندو اکثریت من مانی کر کے مسلمانوں کے تہذیبی وثقافتی ورثہ کو تباہ کر دے گی۔ اسی لئے انہوں نے اپنی تہذیبی ورثہ کی بقاء کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

-4 جان و مال کا تحفظ:

مسلمان اور ہندو صدیوں تک ایک ہی سرزمین میں رہتے ہوئے بڑے پرامن ماحول میں زندگی گذارتے رہے، جس کی وجہ مسلمان بادشاہوں کا مذہبی رواداری پر مبنی رویہ تھا۔ لیکن جونہی مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوا اور انگریز راج کی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' پالیسی کا نفاذ برصغیر میں ہوا اسی روز سے ہندو مسلم فسادات کا ایک نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو برصغیر کی تقسیم کے بعد بھی نہیں رکا۔ کیونکہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو کبھی دل سے تسلیم نہ کیا تھا اور انہیں غیر ملکی حملہ آور کہتے رہے۔ شدھی، سنگھٹن، آریہ سماج، راشٹریہ سیوک سنگھ جیسی پُرتشدد تنظیموں کی مدد سے ہندوؤں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ کبھی گاؤ کے ذبیحہ کے خلاف ردعمل ہوتا تھا تو کبھی لسانی بنیادوں پر فسادات کروائے جاتے۔ یہ صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا کہ انگریزی راج کے خاتمے کے بعد ظلم و بربریت کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا مسلمانوں کی جائیدادیں اور جانیں ہمیشہ غیر محفوظ رہیں گی۔ کیونکہ گاندھی جی نے خود لکھا:

''مسلمان یا تو عرب حملہ آوروں کی اولاد ہیں یا ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور اب اپنا وقار بحال کرنے کے لئے یا تو ہمیں انہیں شدھی کرنا پڑے گا یا عرب واپس بھگانا ہوگا یا ہند میں ہی غلام بنا کر رکھنا ہوگا''۔

ہندوؤں کی اس مذہبی انتہاپسندی کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے جان و مال کے تحفظ کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک گوشہ عافیت ڈھونڈا۔

-5 رام راج سے نجات:

ہندو قوم مسلم حکومتوں کے طویل اقتدار کے خاتمے کے بعد مدتوں سے جنوبی ایشیاء میں رام راج کے خواب دیکھتی آ رہی تھی۔ وہ صدیوں تک مسلمانوں کے غلام رہے۔ برطانوی دورِ حکومت میں وہ انگریزوں کے غلام ہو گئے جنگ عظیم دوم میں انگریزوں کی فوجی قوت کو جرمنوں اور جاپانیوں نے تباہ کر دیا اور ایسا لگنے لگا کہ اب ان کی حکمرانی کے دن گنے جا چکے ہیں تو ہندو اکثریت نے سوچنا شروع کر دیا کہ اب انگریزوں کے بعد برصغیر کو بھارت بنا دیں گے اور اس سرزمین پر ہندو مت کا راج ہوگا اور انہوں نے رام راج قیام کے لیے باقاعدہ منصوبے شروع کر دیئے اور انگریزوں سے گٹھ جوڑ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے نزدیک رام راج کا قیام اسلام اور اس کے پرستاروں کے لئے برصغیر میں تباہی کا پیغام تھا۔ انہوں نے ہندو مت کے غلبہ اور رام راج سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلم ریاست کے قیام کا فیصلہ کیا جہاں وہ اسلامی اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کر سکیں۔

www.paksights.com

6- انتہاپسند ہندو قیادت سے نجات:

برصغیر میں ہندو اور مسلمان اور عیسائی مل جل کر ایک سیاسی نظام کے تحت رہ سکتے تھے لیکن ہندو متعصب اور انتہاء پسند قیادت نے برصغیر کی سیاسی و مذہبی فضا کو بے حد خراب کر دیا۔ شروع میں ہندو قیادت گوکھلے اور ایس پی سنہا جیسے غیر متعصب لیڈروں کے ہاتھ میں رہی بعد میں فرقہ واریت کو ہوا دینے والے قائدین سیاسی منظر پر چھا گئے تو مسلمانوں کا متحدہ ہند پر سے اعتماد اٹھ گیا۔

شدھی، جن سنگھ، ہندو مہا سبھا، راشٹریہ سیوک اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند تنظیموں کے نعروں نے قیام پاکستان کو آسان کر دیا۔ مدن موہن مالویہ بال گنگا دھر تلک، دیانند، بنکھم چند چٹرجی اور شنکر اچاریہ جیسے کٹر فرقہ پرستوں نے متحدہ ہندوستان کے تصور کو بیزار بنا دیا فرقہ پرستوں نے انڈین نیشنل کانگرس کے قائدین گاندھی نہرو اور پٹیل جیسے متعدل پسندوں کی سوچ کو بھی بدل دیا۔ انہوں نے چند ایسے اقدامات کئے مسلمان ان سے سخت بیزار ہو گئے۔

نہرو رپورٹ نے خاص طور پر قائداعظم اور عام طور پر تمام مسلمانوں کی سیاسی سوچ کو بدل کر رکھ دیا۔ 39-1937 کی کانگرسی وزارتوں کے دوران مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نے آنے والے متحدہ ہندوستان کے خواب کو چکنا چور کر دیا۔ ''ہندو ہو جاؤ یا ہندوستان چھوڑ دو'' کے نعرے نے بھی مسلم قوم کو اپنے ریاست کے قیام پر مجبور کیا جہاں وہ مسلمان بن کر زندگی گزار سکیں''۔

7- معاشرتی رسم و رواج اور اقدار کا فرق:

صدیوں تک ہندوؤں اور مسلمانوں نے اکٹھا رہنے کے باوجود اپنی اپنی معاشرتی اقدار کو اپنائے رکھا۔ دونوں کی معاشرتی قدریں ایک دوسرے کی ضد تھیں مسلم معاشرہ اپنی علیحدہ پہچان رکھتا تھا ان کی زبان ثقافت رسوم و رواج اور تہذیب و تمدن الگ تھے۔ مسلمانوں کے نام لباس اور رہن سہن ہندوؤں سے مختلف تھے ان کے رہائشی اور کاروباری علاقے الگ تھے۔ شادی بیاہ اور مرگ کی رسمیں جدا تھیں۔

ہندوؤں کا ذات پات اور اونچ نیچ پر مبنی معاشرہ ہمیشہ دوسری اقوام کو اپنے سے گھٹیا تصور کرتا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کا ہندو اکثریت کے اس غیر انسانی اور بے انصافی پر مشتمل معاشرے میں اپنی روایات رسم و رواج اور معاشرتی قدروں کو برقرار رکھنا ناممکن تھا۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ وہ ایک علیحدہ مسلم معاشرہ میں سانس لیں جہاں آزادی اور مساوات انصاف اور انسانی عظمت موجود ہوں۔ جہاں وہ اپنی معاشرتی قدروں کے ساتھ زندہ رہ سکیں۔

8- اسلامی تشخص کی بقاء:

ہندو مذہب نے برصغیر کی سرزمین پر جنم لینے والے ہر مذہب کو اپنے اندر جذب کر لیا اس سرزمین پر وارد ہونے والے تمام مذاہب بھی اپنا وجود کھو بیٹھے اور اسلام کے لئے بھی ہندوؤں کے عزائم کچھ ایسے ہی تھے کہ ایک نہ ایک دن اسلام کی شکل کو تبدیل کر کے اس کی انفرادی حیثیت کو ختم کر دیں گے۔ جس کی سب سے بڑی مثال وہ تمام انتہاء پسند تنظیمیں تھیں جن کا نعرہ تھا کہ ہندو ہو جاؤ یا ہندوستان چھوڑ دو'' گویا مسلمانوں کو اپنی زندگی کی بقاء کے لیے اپنی اسلامی تشخص کی قربانی دینا پڑتی جس کے لیے وہ بالکل بھی تیار نہ تھے وجہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے مذہبی وجود کو خطرہ محسوس کیا تو ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ رہنے سے انکار کرتے ہوئے قیام پاکستان کا مطالبہ کر دیا۔

9- اسلامی جمہوریت کا قیام:

ہندو قوم اپنی تحریک آزادی جمہوریت کے نام پر چلا رہی تھی۔ جبکہ مغربی، پارلیمانی جمہوریت کا مطلب تھا، اکثریت کی حکومت گویا ہندوستان میں اگر مغربی پارلیمانی نظام قائم کیا جاتا تو خود بخود ہندوستان میں ہندو اکثریت کو اقتدار حاصل ہو جاتا غرض کہ ہندو اکثریت کی حکومت کا دوسرا مطلب ہندوستان کی تمام اقلیتوں اور مسلمانوں کی ہندو اکثریت کی غلامی تھا۔ جس کا ایک مظاہرہ کانگرسی وزارتیں تھیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اصل اسلامی جمہوری نظام کو قائم کرنے کے لیے جو کہ مغربی جمہوری تصور سے بالکل جدا تھا علیحدہ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔ کیونکہ قائداعظم کے مطابق:

''ہم نے جمہوریت کا سبق 1300 سال پہلے حاصل کر لیا تھا''

(29 مارچ 1947ء)

''ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیں''

(16 فروری 1948ء)

-10 آزادی کا حصول:

برصغیر پر مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ جب 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد اقتدار ان سے چھن گیا تو ہندو اور مسلمان دونوں ہی غلام ہو گئے۔ مسلمان بنیادی طور پر حریت پسند قوم ہیں۔ انہوں نے 1758ء سے 1857ء تک مسلسل انگریزی سامراج کا مقابلہ کیا۔ سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، سید احمد شہید، سید اسماعیل جیسے ہزاروں مجاہدین نے آزادی کی شمع کو روشن کرنے کے لیے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ لیکن جنگ عظیم دوم کے بعد صاف طور پر انگریزی اقتدار کا سورج غروب ہوتا دکھائی دینے لگا تو مسلمانوں کو بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ اگر انگریز چلے گئے تو انہیں ہندو کی غلامی کا شکار ہونا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' کی ہندو تحریک کے جواب میں ''تقسیم کرو اور چھوڑ دو'' کا نعرہ لگایا کیونکہ مسلم اکابرین کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ تقسیم کے بغیر مکمل قومی آزادی کا حصول محض سراب ہے۔ قائداعظم نے فرمایا:

''ہمارے دلوں میں آزادی کی بے پناہ تڑپ ہے ہم برطانوی تسلط سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس بات پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے کہ ہمیں ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے''۔

-11 اقتصادی ترقی:

برصغیر کی معیشت پر ہندو چھائے ہوئے تھے تجارت، صنعت، وکالت پریس اور بنکاری غرض ہر شعبہ پر ہندوؤں کی اجارہ داری تھی۔ وہ یا تو بڑے بڑے زمیندار تھے یا نیم سرکاری اور سرکاری ملازمتوں پر ان کا قبضہ تھا۔ مسلمان زیادہ تر فوجی ملازمت اور کاشتکاری کے پیشے سے وابستہ تھے اور ہندو مہاجن کے قرضوں تلے دبے ہوئے تھے۔ اسلامی معیشت میانہ روی کا نام ہے جو مغربی سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی معیشت کا درمیانی راستہ ہے۔ مسلمان اسلامی معاشی نظام کا نفاذ چاہتے تھے جس میں رہ کر وہ اپنی معاشی بدحالی کو دور کرنا چاہتے تھے اور ایک خوشحال زندگی گذارنا چاہتے تھے اس لئے قائداعظم کی قیادت میں ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا پاکستان بنایا اور مسلم قوم کی معاشی ترقی کی نئی راہیں کھول دیں۔

-12 مسلم معاشرے کی تشکیل:

برصغیر کے مسلمان ہندوؤں کی ابدی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد ایک ایسا مسلم معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے جہاں پر اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی نظام حیات تشکیل دے سکیں اور جہاں ان کی آنے والی نسلیں ایک خالص اسلامی ماحول میں پل بڑھ کے جوان ہوں اور یہ نسل آگے چل کر نا صرف اپنے اسلامی تشخص کی بقاء کو ممکن بنائے بلکہ اپنے قومی وجود کو لے کر چلے اور دنیا کے لیے ایک مثال بن سکے اور یہ مسلم معاشرہ نسل انسانی کی راہنمائی کرے اور انہیں بتائے کہ انسانیت کی بقاء انسانی نظریات پر مبنی معاشرے میں ممکن نہیں بلکہ صرف اور صرف خالص اللہ کے دین اور نظام کو قائم کرنے میں مضمر ہے۔

www.paksights.com

بقول قائداعظم:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں کو آزما سکیں''۔

(13 جنوری 1948ء پشاور)

ایک اور جگہ فرمایا:

''آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبۂ محرک اور مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کے مطالبے کی وجہ جواز کیا تھی اس کی وجہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال۔ بلکہ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے''۔

(8 مارچ 1944ء علی گڑھ یونیورسٹی)

13- اسلامی ضابطۂ حیات:

قائداعظم کے یہ الفاظ پاکستان کے بنیادی مقاصد کی بڑی خوبصورت وضاحت ہیں کہ

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اُس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر ہے جس کے واضح قانون ہمارے عظیم پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے قائم کر رکھے ہیں''۔

14- اردو زبان کا تحفظ:

برصغیر میں مسلمانوں کے دور میں عربی فارسی ترکی سنسکرت اور کئی مقامی زبانوں کے میل جول سے ایک نئی زبان معرض وجود میں آئی جو اردو تھی جلد ہی برصغیر میں اردو زبان مسلمانوں کی پہچان بن گئی اور دیگر اقوام کے درمیان رابطے اور اشتراک کا ذریعہ بھی بن گئی۔ 1867ء میں بنارس میں اردو ہندی تنازعہ شروع ہو گیا جس میں ہندوؤں نے مطالبہ کیا کہ اُردو کے رسم الخط کو تبدیل کر کے دیوناگری رسم الخط رائج کیا جائے کیونکہ اُردو کا رسم الخط عربی سے مشابہ ہے اور عربی قرآن کی زبان ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ مطالبہ ناقابل قبول تھا سرسید نے اسی موقع پر ہندو مسلم منافرت کے آغاز کی پیشن گوئی کی تھی۔ مطالبہ پاکستان کی ایک وجہ یہ تنازعہ بھی تھا کیونکہ مسلمان اردو زبان کو اپنی تاریخی روایات کا علمبردار سمجھتے تھے اور اسے کسی بھی صورت میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اردو زبان کا تحفظ بھی مطالبہ پاکستان کا محرک بنا۔

15- اسلام کا قلعہ:

پاکستان کا قیام محض علاقائی اور مقامی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ مسلمانانِ برصغیر پاکستان کی تخلیق عالمی سطح پر اسلام کے فروغ اور ترقی کے لئے کرنا چاہتے تھے۔ اقبال ایک ایسا پاکستان بنانا چاہتے تھے جو نہ صرف انڈیا کے مسلمانوں کے مسائل کو حل کرے بلکہ پوری مسلم اُمہ کی راہنمائی کرے جہاں پر اسلامی نظریہ حیات کو نافذ کر کے پوری دنیا کو اسلام کی ترغیب دی جائے۔ قائداعظم نے 20 دسمبر 1946ء کو قاہرہ میں خطاب کرتے ہوئے پوری مسلم اُمہ کو مطالبہ پاکستان کی حمایت کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

''پاکستان ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے اگر اہل مصر یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں آزاد ہوں تو انہیں ہماری حمایت کرنا چاہیے آج کوئی بھی اسلامی مملکت پوری طرح آزاد نہیں ایران بھی صدیوں کی آزادی کے بعد غلام بنا لیا گیا ہے اس وقت تک دنیا کے مسلمان اور عرب حکومتیں صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوں گی جب تک پاکستان قائم نہیں ہوگا''

بعد میں بہت سے لوگوں نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا''۔

www.paksights.com

میرے لئے ہے فقط زور حیدری کافی
ترے نصیب فلاطوں کی تیزی ادراک

16- اتحاد عالم اسلام:

قیام پاکستان کا ایک عظیم مقصد اسلام کی منتشر قوتوں کو اکٹھا کر کے ان میں اتحاد پیدا کرنا تھا۔ تا کہ غیر مسلم سازشوں کو ناکام بنایا جائے چونکہ برصغیر مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک رہا ہے اس لیے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے برصغیر کے مسلم آبادی کی آزادی بہت ضروری تھی تا کہ مسلمانان برصغیر آزاد ہو کر عالم اسلام کو متحد کریں اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا دیں۔ کیونکہ برصغیر کے مسلمان اتحاد بین المسلمین کے زبردست حامی تھے۔ انہوں نے تمام مسلم اُمہ کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھا تحریک خلافت ان کی سب سے بڑی مثال ہے۔ وہ مسلم اُمہ کو متحد کرنا چاہتے تھے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ خود آزاد ہوں۔

سوال نمبر 3

پاکستان اور ایران کے تعلقات:

پاکستان کے مغرب میں ایران ہمارا مسلمان ہمسایہ ملک ہے۔ ایران کے ساتھ پاکستانی سرحد کی لمبائی 900 کلومیٹر ہے۔ ایران کے ساتھ ہمارے صدیوں پرانے تاریخی، ثقافتی، مذہبی اور تجارتی رشتے ہیں۔ فارسی زبان صدیوں تک برصغیر کی سرکاری زبان رہی ہے۔ پاکستان کی قومی زبان اُردو میں فارسی کے الفاظ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔ شروع سے ہی دونوں میں اقتصادی، ثقافتی اور سفارتی میدان میں گہرا تعاون چلا آ رہا ہے۔

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات:

افغانستان پاکستان کا ایک قریبی ہمسایہ مسلم ملک ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان اسلام کا مضبوط رشتہ قائم ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان موجود سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے جس کی لمبائی 2252 کلومیٹر ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان صدیوں سے روابط موجود ہیں۔ رابطہ کے لیے پہاڑی درے، جن میں درہ خیبر اور درہ لواری شامل ہیں، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ افغانستان برادر اسلامی ملک ہے مگر افغان حکمرانوں کی سرد مہری کے باعث پاکستان کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ کمی رہی ہے۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت اور اب موجودہ حکومت کے ساتھ پاکستان کے تعلقات پہلے سے بہت بہتر ہیں۔

پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات:

پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی تعلقات خصوصی بنیادوں پر قائم ہیں کیونکہ سعودی عرب میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں اور ہر سال ہزاروں پاکستانی فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں ممالک کی خارجہ پالیسی میں اتحاد عالم اسلام کے اصول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

پاکستان اور عراق کے تعلقات:

پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں نے عراق کو اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو برصغیر میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے اس کی شدید مخالفت کی اور ایک قرارداد پاس کی جس میں کہا گیا کہ عراق چونکہ جزیرۃ العرب کا ایک حصہ ہے اس لیے اسے غیر مسلم حکومت کے حوالے نہ کیا جائے۔ لیکن 1941ء میں برطانوی فوجوں نے عراق پر قبضہ کر لیا اور ایک کٹھ پتلی مقامی راہنما فیصل بن حسین نے شریف مکہ کی مدد سے عراق پر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی حکومت کے اس اقدام پر برصغیر کے مسلمانوں کو گہرا دکھ ہوا۔

www.paksights.com

پاکستان اور مصر کے تعلقات:

مصر قدیم انسانی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ قاہرہ اس کا دارالحکومت ہے۔ مسلم ممالک میں مصر کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان اور مصر کے ابتدائی تعلقات مختلف شکوک وشبہات کا شکار رہے جس کی وجہ سے ماضی میں دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہ رہے۔ لیکن پاکستان نے عالم اسلام سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کو اپنی خارجہ پالیسی کا بنیادی اصول بنا رکھا ہے۔ اس لیے پاکستان مصر سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی مسلسل کوششیں کرتا رہا ہے۔

پاکستان اور فلسطین کے تعلقات:

پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کا فیصلہ کیا اور فلسطین کو جس میں یہودیوں کی آبادی صرف پانچ فیصد تھی یہودی مملکت بنانے کی سازش کی۔ جنگ کے بعد جب فلسطین کو برطانیہ کے زیر نگرانی دے دیا گیا تو دنیا بھر سے یہودی آہستہ آہستہ فلسطین میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ انگریز حکومت نے مقامی آبادی کے عرب مسلمانوں پر ظلم وجور کے دروازے کھول دیئے۔ عربوں کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لیے ان پر بھاری ٹیکس عائد کیے۔ ان کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کر کے یہودی نو آبادکاروں کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ان اقدامات سے یہودیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور فلسطین میں یہودیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

پاکستان اور لیبیا کے تعلقات:

ابتداء میں لیبیا خلافت عثمانیہ میں شامل تھا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد لیبیا کئی سال تک اٹلی اور فرانس کے زیر تسلط رہا۔ پاکستان نے افریقہ کے دوسرے ممالک سے مل کر لیبیا کی تحریک آزادی، جسے سنوسی تحریک کہا جاتا ہے، کی کھل کر حمایت کی۔ بالآخر 24 دسمبر 1951ء کو لیبیا کو آزادی دے دی گئی اور سنوسی تحریک کے قائد کو لیبیا کا حکمران بنا دیا گیا۔ 1969ء میں کرنل معمر قذافی نے شاہ ادریس کا تختہ الٹ کر اقتدار پر خود قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے چونکہ لیبیا کی تحریک آزادی کی حمایت کی تھی اس لیے لیبیا کے عوام پاکستان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔

پاکستان اور انڈونیشیا کے تعلقات:

آبادی کے لحاظ سے انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ 17 اگست 1945ء کو انڈونیشیا نے ہالینڈ سے آزادی کا اعلان کر دیا لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد ہالینڈ نے اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور 1948ء میں اپنی فوجیں انڈونیشیا میں اتار دیں۔ انڈونیشیا کے مسلمان احمد سوئیکارنو کی قیادت میں ولندیزیوں (ہالینڈ) کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے انڈونیشیا کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی بھرپور حمایت کی۔ حکومت پاکستان نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہالینڈ کی فضائی کمپنی ''کے ایل ایم'' کا فضائی لائسنس منسوخ کر دیا اور اقوام متحدہ میں ہمیشہ انڈونیشیا کی حمایت کی۔ حصول آزادی سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد پاکستانی عوام نے انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

پاکستان اور ملائیشیا کے تعلقات:

ملائیشیا جنوب مشرقی ایشیاء میں واقع ایک اہم اسلامی ملک ہے۔ یہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ ملائیشیا کی آزادی کی تحریک میں بھی پاکستان نے ملائی باشندوں کی حمایت کی۔ بالآخر برطانیہ نے اس ملک سے اپنا تسلط اٹھا لیا۔ 31 اگست 1957ء کو ملائیشیا آزاد ملک کی حیثیت

www.paksights.com

سے معرض وجود میں آیا۔ ابتداء میں ملائیشیا کے ساتھ پاکستان کے تعلقات زیادہ خوشگوار نہیں رہے۔ ہندو آبادی کی وجہ سے حکومت کا جھکاؤ زیادہ تر ہندوستان کی طرف تھا۔ 1965ء کی جنگ کے موقع پر اقوام متحدہ میں ملائیشیا کے نمائندے نے، جو ہندو تھا، پاکستان کے خلاف تقریر کی جس کی وجہ سے پاکستان اور ملائیشیا کے تعلقات منقطع ہو گئے تاہم ملائیشیا کی معذرت پر تعلقات پھر سے بحال ہو گئے۔

پاکستان کے تیونس، مراکش اور الجزائر سے تعلقات:

شمالی افریقہ کے مسلم ممالک میں غیر ملکی تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ لیبیا کی آزادی سے ان ممالک میں حریت پسندوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ تیونس، مراکش اور الجزائر فرانس کے قبضے میں تھے۔ پاکستان نے اقوام متحدہ میں ان ممالک کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ دیگر اسلامی ممالک نے بھی ان کے حق میں آواز بلند کی۔ 1956ء میں تیونس اور مراکش دونوں کو آزادی مل گئی۔ مگر الجزائر کو حصول آزادی کے لیے طویل جنگ لڑنا پڑی۔ بالآخر خونی جدوجہد کے بعد 1964ء میں یہ ملک بھی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا۔ اقوام متحدہ کی رکنیت کے لیے بھی پاکستان نے ان ممالک کے حق میں ووٹ دیا۔ تیونس، مراکش اور الجزائر اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں اور پاکستان کے ان ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات ہیں۔

پاکستان کے بنگلہ دیش سے تعلقات:

قیام پاکستان کے وقت وطن عزیز دو حصوں مغربی اور مشرقی پاکستان پر مشتمل تھا جن کے درمیان ایک ہزار میل سے زائد بھارتی علاقہ حائل تھا۔ 1971ء میں بھارت کی جارحیت اور چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر پاکستان کا مشرقی حصہ الگ ہو کر 16 دسمبر 1971ء کو بنگلہ دیش کے نام سے ایک نئی اسلامی مملکت کے طور پر وجود میں آیا۔ قیام سے لے کر اب تک پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات نشیب و فراز سے ہی گزرتے رہے ہیں۔ جن میں کبھی گرم جوشی کا عنصر نظر آتا ہے اور کبھی سرد مہری کا۔

سوال نمبر 4

(الف) نظریہ پاکستان

نظریہ پاکستان سے مراد برصغیر جنوبی ایشیا کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا یہ شعور تھا کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ بلاشبہ اسلامی نظریہ حیات نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

علی عباس: نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔

نظریہ پاکستان کو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اسکے بغیر ہمارا قومی وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پاکستان بھی ایک نظریے کی پیداوار ہے جسے نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ اس لیے اس نظریے کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر پاکستانی کیلئے بے حد ضروری ہے۔ پاکستان کی بقاء اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہم نظریہ پاکستان سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ اس نظریے کے اہم پہلو درج ذیل ہیں۔

1- حق خودارادیت کا حصول:

دنیا کے مہذب معاشروں میں حق خودارادیت کو ایک بنیادی حق کی حیثیت حاصل ہے۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد مسلمانوں کو حق خودارادیت کے حصول کیلئے طویل جدوجہد کرنا پڑی۔ شروع شروع میں انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کو نظرانداز کیا اور انہیں حق خودارادیت دینے سے انکار کیا۔ 1906ء میں مسلمانوں نے جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کیا جسے 1909ء میں انگریزوں نے تو تسلیم کرلیا مگر ہندو ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے رہے مسلمانوں کو حق خودارادیت کا حصول نظریہ پاکستان کی وجہ سے ممکن ہوا۔

www.paksights.com

2- مسلم حقوق کا تحفظ:

برصغیر میں مسلمانوں کو سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں دوسری قوموں خصوصاً ہندوؤں کے مقابلے میں نظرانداز کیا جاتا تھا۔ نظریہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مسلمانوں نے نہ صرف اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے آواز اٹھائی بلکہ یہی نظریہ ان کیلئے علیحدہ وطن کے حصول کا ذریعہ بنا۔ پاکستان کے قیام کے بعد ہی مسلم حقوق کا صحیح معنوں میں تحفظ حاصل ہوا۔ اسی نظریے کی وجہ سے مسلمان اقلیت سے اکثریت میں تبدیل ہوئے انہوں نے سیاسی، سماجی اور معاشی میدانوں میں ترقی کی منازل طے کیں۔

3- علیحدہ قومی تشخص کی برقراری:

برصغیر میں مسلمانوں کی علیحدہ قومی پہچان خطرے میں تھی۔ ہندوؤں نے کئی ایسی تحریکوں کا آغاز کیا جن کا مقصد مسلمانوں کے قومی تشخص کو ختم کر کے ہندوازم میں مدغم (merge) کرنا یا مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دینا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اپنی علیحدہ پہچان کو ہر دور میں نہ صرف برقرار رکھا بلکہ دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا جسکی بنیاد پر وہ ہندوؤں سے علیحدہ قوم تھے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کا علیحدہ قومی پہچان یا تشخص نہ صرف برقرار رہا بلکہ مسلمانوں کی پہچان کو ختم کرنے والے تمام اقدامات کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ یوں کہنا غلط نہ ہو گا کہ مسلمانوں کی علیحدہ پہچان اور قومی تشخص کی برقراری نظریہ پاکستان کی مرہون منت ہے۔

4- وحدت فکر:

نظریہ پاکستان کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور ان میں وحدت فکر پیدا ہوئی۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے ہندوؤں اور انگریزوں کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا اور آزاد مملکت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بلاشبہ نظریہ پاکستان مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کی وحدت فکر کا ذریعہ بنا۔

5- کردار سازی:

نظریہ پاکستان کا سب سے بڑا مقصد ایک ایسی ریاست کا حصول تھا جس میں اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جا سکے اور مسلمان اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں گزار سکیں۔ اس طرح نظریہ پاکستان ایک ایسی قوم کی تشکیل کرتا ہے جس کے افراد باکردار، بااخلاق، دیانت دار اور جرأت مند ہوں اور اسی کردار کی قوت سے ان میں عالمی قیادت کی صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے۔

6- عالمِ اسلام کا اتحاد:

نظریہ پاکستان کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ دین اسلام میں رنگ و نسل اور زبان و وطن کی تفریق بے معنی ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اس لیے پاکستان کی قسمت میں یہ سعادت لکھی گئی ہے کہ وہ عالم اسلام کو اسلام کے نام پر متحد کرے، انہیں داخلی انتشار اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھے پاکستان کو مسلم قیادت کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔

7- قوت کا سرچشمہ:

نظریہ پاکستان سے مراد نظریہ اسلام ہے۔ برعظیم میں اسلام نے دو قومی نظریے کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے جدا تشخص اور الگ شناخت کو قائم رکھا۔ برصغیر میں اسلام نے مسلمانوں کو ہر آڑے وقت میں بچایا ہے۔ اس لیے نظریہ پاکستان قوت کا سرچشمہ ہے جس نے ماضی میں

www.paksights.com

برصغیر کے مسلمانوں کو بے پناہ قوت عمل سے نوازا اور آئندہ بھی اسی کے بل بوتے پر مسلمانان پاکستان عالم اسلام کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے سکیں گے۔

8- اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اسلئے اس کا نظریہ قومیت بھی عالمگیر ہے۔ اس میں لسانیت، نسلیت، اور وطنیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی وحدانیت" اور "ختم نبوت" دو ایسے اصول ہیں جن پر اسلامی قومیت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ نظریہ دنیائے اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے۔ وہ عالم اسلام کو دعوت دیتا ہے کہ وہ باہمی اختلافات اور تفرقات کو ختم کر کے ملت اسلامیہ کو اندرونی انتشار اور بیرونی خطرات سے بچانے کیلئے اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

9- مثالی معاشرے کا قیام:

ہندوستان میں مثالی معاشرے کا قیام مسلمانوں کا دیرینہ خواب تھا جو 1947ء کو پاکستان کی آزادی کی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اس طرح مسلمانوں کو برصغیر میں مثالی معاشرے کے قیام کا بہترین موقع ملا۔ پاکستان کے تینوں آئینوں 1956ء ,1962ء اور 1973ء میں بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ پاکستان کی تمام عدالتیں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہیں پاکستان میں مسلم اور مثالی معاشرے کا قیام اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب بلاتمیز بنیادی حقوق دیے جائیں اور لوگوں کی خوشحالی اور ترقی کیلئے یکساں مواقع میسر کیے جائیں۔

10- ہندوؤں اور انگریزوں سے نجات کا ذریعہ:

1707ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوگیا۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کا برصغیر سے اقتدار ختم ہونا شروع ہوا۔ 1757ء میں انگریزوں نے بنگال پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ بالآخر 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پورے برصغیر پر انگریزوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ مسلمان اسی خطے میں جہاں کبھی حاکم ہوتے تھے محکوم بن گئے۔ جبکہ دوسری طرف ہندوؤں کو موقع ملا تو انہوں نے بھی مسلمانوں سے پرانے بدلے چکانے شروع کر دیے۔ متحدہ برصغیر میں رہتے ہوئے ہندوؤں اور انگریزوں کے غلبے سے مکمل نجات ممکن نہ تھی اس لیے مسلمان نظریہ پاکستان کی بنا پر علیحدہ وطن پاکستان حاصل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے انگریزوں اور ہندوؤں کے غلبے سے آزاد ہو گئے۔

11- مسلم تہذیب وتمدن کی حفاظت کا ذریعہ:

متحدہ برصغیر میں مسلم تہذیب وثقافت خطرے میں تھی۔ ہندو اور انگریز مل کر مسلمان کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے نظریہ پاکستان پیش کیا۔ اسی نظریے کی بنا پر مسلمان پاکستان حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جس کی بنا پر پاکستان میں اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو نہ صرف تحفظ ملا بلکہ ترقی کی منازل بھی طے کرنے لگیں۔ آج پاکستان میں اسلامی تہذیب وثقافت متحدہ برصغیر کی نسبت زیادہ محفوظ اور بہتر طور پر ترقی کر رہی ہے۔

12- مسلمانوں کی معاشی ترقی کا ذریعہ:

نظریہ پاکستان کی بدولت مسلمانوں کی معاشی ترقی کی راہیں کھلیں۔ صنعت، زراعت، تجارت اور ملازمتوں میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے معاشی استحصال کا خاتمہ ہوا۔ انہیں انگریز اور ہندو سرمایہ داروں، زمینداروں اور ساہوکاروں سے نجات مل گئی۔ مسلمانوں کی ترقی کا آغاز ہوا۔ پاکستان میں آج مسلمانوں کی معاشی حالت انگریز دور سے کہیں بہتر ہے۔ یہ صرف اور

صرف نظریہ پاکستان کی وجہ سے ممکن ہوا۔

13- مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ:

مسلمانوں کے سیاسی حالات برصغیر میں انتہائی مایوس کن تھے۔ جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں سے سیاسی حقوق چھین لیے گئے تھے۔ ہندو مسلم محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں نے نظریہ پاکستان کو تخلیق کیا تو اس کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی بہتری اور ترقی کیلئے آواز اٹھائی۔ انگریزوں سے حقوق مانگے جب مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحدہ برصغیر میں مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی ناممکن ہے تو انہوں نے پاکستان کا مطالبہ کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی باگ دوڑ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ یوں ان کی سیاسی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

14- اعلیٰ ملازمتوں کا حصول:

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے نہ صرف ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے بلکہ ملازمتوں سے معمولی وجوہات کی بنا پر برطرف کیا جانے لگا جسکی وجہ سے مسلمان معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے۔ 1857ء سے لے کر 1947ء تک برطانوی راج میں مسلمانوں کو اعلیٰ ملازمتوں سے دور رکھا جاتا تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کی اقلیت پاکستان میں نہ صرف اکثریت میں تبدیل ہو گئے بلکہ ہر طرح کی ملازمتیں مسلمانوں کے پاس آ گئیں۔

15- استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر:

نظریہ پاکستان استحکام پاکستان کی ضمانت دیتا ہے۔ اس نظریے کی رو سے تمام مسلمان ایک قوم ہیں۔ نسل اور علاقائی حدود سے بالاتر ہو کر انھیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے۔ اس نظریہ پر عمل کر کے ملک میں امن وسلامتی اور اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے اور ملک دشمن عناصر کے عزائم خاک میں ملائے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے استحکام پاکستان کیلئے اس نظریہ کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

16- فلاحی ریاست کی ضمانت:

نظریہ پاکستان اسلام کی روشنی اور فرقان حمید کی تجلی سے ماخوذ ہے۔ حصول پاکستان کا مقصد ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جہاں مسلمان قرآنی تعلیمات اور سنت رسول اللہؐ کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جہاں جمہوری اقدار کا فروغ ہو اور ایک ایسا نظام رائج کیا جائے جو عدل وانصاف اور مساوات پر مبنی ہو۔ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے سماجی اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے اور اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس کے اندر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کر کے نچلے طبقے کو معاشی استحصال سے بچایا جا سکے اور عوام کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

17- دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت:

نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی یعنی موت کے بعد کی زندگی ہے۔ جس میں ہر فرد کو اس دنیا میں کیے ہوئے اچھے اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔ ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ اپنے شہریوں کی دنیاوی زندگی کو خوشحال بنانے کے ساتھ ان کی حیات آخرت کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ اس طرح ہمارا نظریہ اس زندگی اور موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کو کامیاب اور خوشحال بنانے کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ 24 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے اپنے ایک خطاب میں

فرمایا:

"ہم دنیا کو دکھا دیں گے کہ یہ مملکت محض زندگی کیلئے نہیں بلکہ اچھی زندگی گذارنے کیلئے وجود میں آئی ہے۔"

(ب) انجمن حمایت اسلام

انیسویں صدی کے آخر میں پنجاب علمی لحاظ سے انتہائی پسماندگی کا شکار ہو گیا۔ 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کی حکومت ختم کر کے پنجاب اپنی عملداری میں لے لیا اور یہاں مغربی طرزِ تعلیم کا آغاز کیا۔ معاشی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان انگریزی اور جدید علوم سے واقفیت حاصل کریں۔ لیکن اس وقت برصغیر میں جو تعلیم کے ادارے موجود تھے ان پر یا تو عیسائی مشنریوں کا تسلط تھا یا ہندوؤں کی بعض تنظیمیں انہیں چلا رہی تھیں۔ دونوں قومیں مسلمانوں کی انفرادیت کو کچل دینا چاہتی تھیں۔ عیسائی مشنریاں مسلمانوں کو عیسائی بنانا چاہتی تھیں۔ اس افسردہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے پنجاب کے مسلمان راہنماؤں نے ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی انتظام موجود ہوتا کہ مسلمان بھی دیگر قوموں کے شانہ بشانہ چل سکیں۔

انجمن حمایت اسلام کا قیام:

24 ستمبر 1884ء کو اندرون موچی گیٹ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں 250 سے زائد مسلمانوں نے انجمن حمایت اسلام کی بنیاد رکھی۔ خلیفہ حمید الدین اس کے پہلے صدر اور اہم بانی رکن تھے۔ غلام اللہ قصوری پہلے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ انجمن کے دیگر عمائدین میں منشی عبدالرحیم، منشی چراغ دین، حاجی میر شمس الدین اور ڈاکٹر محمد دین ناظر کے نام قابل ذکر ہیں۔

فنڈز کی فراہمی:

مالی وسائل کے حصول کے لیے انجمن کے کارکنوں نے بڑی لگن اور جذبے سے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی۔ یہ کارکن گھر گھر جا کر لوگوں کو انجمن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرتے اور انہیں اس نیک کام میں شرکت کے لیے چندہ دینے کی تلقین کرتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے "مٹھی بھر آٹا" سکیم شروع کی انجمن کے کارکن ایک کٹوری مسلمان گھروں میں رکھ آتے خواتین آٹا گوندھتے وقت ایک مٹھی آٹا کٹوری میں ڈال دیتی تھیں۔ اس طرح جو آٹا جمع ہوتا اسے فروخت کر کے اس کی آمدنی انجمن کے کاموں پر صرف کی جاتی۔ انجمن کی آمدنی کا ایک ذریعہ مصنفین کی وہ کتابیں تھیں جن کی آمدنی انجمن کے لیے وقف کر دی جاتی تھی۔

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد

انجمن حمایت اسلام کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے:

1- تعلیمی اداروں کا قیام
2- خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا

www.paksights.com

-3 یتیموں کی پرورش اور تربیت
-4 سماجی اور ثقافتی ترقی
-5 مسلمانوں کی سیاسی تنظیم
-6 اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات

-1 تعلیمی اداروں کا قیام:

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے ایسے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں مسلمان بچوں کو جدید اور قدیم علوم کی تعلیم دی جائے اور ان میں اسلامی شعور بھی پیدا کیا جائے۔

-2 خلاف اسلام پروپیگنڈہ کا جواب دینا:

عیسائی مشنریوں اور ہندو پنڈتوں کے اسلام دشمن پروپیگنڈہ کا تحریری اور تقریری جواب دینا انجمن کے بنیادی مقاصد میں شامل تھا۔

-3 یتیموں کی پرورش اور تربیت:

مسلمانوں کے یتیم اور لاوارث بچوں کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جن میں ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا بھی بندوبست ہو۔

-4 سماجی اور ثقافتی ترقی:

مسلمانانِ برصغیر کی سماجی اور ثقافتی ترقی پر توجہ دی جائے اور اسلامی معاشرے کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

-5 مسلمانوں کی سیاسی تنظیم:

مسلمانوں کو سیاسی طور پر منظم کیا جائے تاکہ وہ اسلام اور اسلامی اقدار کا تحفظ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ نیز ان کو کانگریس کے معاندانہ عزائم سے خبردار کیا جائے۔

-6 اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات:

اس تحریک کا مقصد اسلام کے فروغ کے لیے اقدامات کرنا اور اسلام کی اشاعت تھا۔

انجمن حمایت اسلام کی خدمات

تعلیمی خدمات:

-1 انجمن حمایت اسلام کے تحت 1884ء میں دو پرائمری سکول قائم کیے گئے جنہیں بعد میں ہائی سکول اور انٹرمیڈیٹ کا درجہ دیا گیا۔

-2 1925ء میں گرلز کے لئے سکول قائم کیا گیا جسے ایک سال کے بعد ہائی سکول بنادیا گیا۔

-3 اسلامیہ کالج برائے خواتین کوپر روڈ 1938ء میں انجمن کے تحت قائم کیا گیا۔ بعد ازاں 1942ء اور 1943ء میں بالترتیب ایم اے عربی اور ایم

www.paksights.com

اے جغرافیہ کی کلاسز بھی شروع کر دی گئیں۔

4۔ بوائز کے لئے 1889ء میں شیرانوالہ گیٹ میں پہلا ادارہ کھولا، جسے مدرسۃ المسلمین کہا جاتا تھا۔

5۔ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں 1892ء میں کالج قائم کر دیا گیا۔1905ء میں ریلوے روڈ پر 50 کنال جگہ خرید کر کالج شفٹ کر دیا گیا۔

6۔ بعدازاں اسلامیہ کالج سول لائنز اور اسلامیہ کالج لاہور کینٹ قائم کر دیے گئے۔

7۔ انجمن حمایت اسلام کے تحت بعد میں لاء کالج، یتیم خانے، طبیبہ کالج اور تعلیم بالغاں کے ادارے قائم کر دیے گئے۔

دینی و مذہبی خدمات:

انجمن حمایت اسلام نے درج ذیل اہم دینی و مذہبی خدمات سرانجام دی ہیں:

1۔ عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب

2۔ مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں ازسرنو شمولیت

3۔ تعلیمی اداروں میں قرآن و دینیات کی تعلیم کا اہتمام

4۔ قرآن پاک کی اغلاط سے مبرا اشاعت کا اہتمام

5۔ رسالہ "حمایت اسلام" کا اجراء

1۔ عیسائی مشنری پادریوں کے اعتراضات کا جواب:

انجمن حمایت اسلام نے مسلمان علمائے دین کی خدمات حاصل کرتے ہوئے دینی ادب اور تقاریروں کے ذریعے دین اسلام پر لگائے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔

2۔ مرتد مسلمانوں کی دائرہ اسلام میں ازسرنو شمولیت:

انجمن حمایت اسلام نے اپنی دینی تبلیغ کی بدولت مرتد افراد کو ازسرنو اسلام میں شامل کیا۔

3۔ تعلیمی اداروں میں قرآن و دینیات کی تعلیم کا اہتمام:

مسلمان طلباء طالبات کو دین اسلام کی حقیقت سے روشناس کرانے کے لیے انجمن نے اپنی زیر نگرانی چلنے والے تمام سکولوں اور کالجوں میں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور دینیات کے علوم کا اہتمام کیا۔

4۔ قرآن پاک کی غلطیوں سے مبرا اشاعت کا اہتمام:

انجمن حمایت اسلام نے غلطیوں سے مبرا قرآن حکیم کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا۔

5۔ رسالہ "حمایت اسلام" کا اجراء:

انجمن نے "حمایت اسلام" کے نام سے ایک ماہنامہ رسالہ شروع کیا جو بعدازاں ہفت روزہ ہو گیا۔ اس میں انجمن کی خدمات کا جائزہ بھی

www.paksights.com

پیش کیا جاتا اور عیسائی مشنری پادریوں کا مضامین کے ذریعے مدلل جواب بھی دیا جاتا نیز اسلام علوم پر مبنی معلوماتی مضامین بھی شائع کیے جاتے۔

سیاسی خدمات:

انجمن حمایت اسلام کی سیاسی خدمات کا جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ جدوجہد پاکستان میں حصہ
2۔ لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا
3۔ بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت
4۔ تحریک سول نافرمانی میں کردار
5۔ اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا
6۔ قومی صحافت کے فروغ میں کردار
7۔ انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار

1- جدوجہد پاکستان میں حصہ:

انجمن حمایت اسلام لاہور ایک ملک گیر تحریک تھی۔ جدوجہد پاکستان میں انجمن کے قائم کردہ تعلیمی اداروں نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔

2- لفظ پاکستان کا خالق عطا کرنا:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ نے مسلمانان برصغیر کو چوہدری رحمت علی کی صورت میں ایک ایسا رہنما عطا کیا جس نے سب سے پہلے علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام تحریت ہی شروع نہ کی بلکہ اس مملکت کا جغرافیہ اور نام بھی پیش کیا جو اب "پاکستان" کہلاتا ہے۔

3- بابائے قوم قائداعظم سے عقیدت:

انجمن کو اور اس کے زیر انتظام چلنے والے اسلامیہ کالج کے طلباء کو قائداعظم سے گہری عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ 23 مارچ 1940ء لاہور کے موقعہ پر نہ صرف جلسہ کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ قائداعظم کی سواری کو بھی انتہائی بدامنی کی فضا کے باوجود بحفاظت جلسہ گاہ میں بھی لے گئے۔

4- تحریک سول نافرمانی میں کردار:

انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج ریلوے روڑ نے 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کو یقینی بنایا۔ بعد ازاں خضر حیات ٹوانہ کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کو بام عروج پر پہنچا کر مقاصد کی تکمیل میں بھی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

5- اہم شخصیات کا عہدہ صدارت پر فائز ہونا:

انجمن حمایت اسلام کے عہدہ صدارت پر مختلف اوقات میں سر محمد شفیع، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر عبدالقادر اور سر فضل حسین جیسے نامور قومی رہنما فائز رہے۔ ان کے عہد صدارت میں نہ صرف انجمن کو تقویت ملی بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی حالات بھی تبدیل ہوئے جن میں انجمن نے نمایاں کردار ادا کیا۔

6- قومی صحافت کے فروغ میں کردار:

www.paksights.com

انجمن نے رسالہ "حمایت اسلام" جاری کر کے صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ بعدازاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے طالب علم اور قومی صحافی حمید نظامی مرحوم نے روزنامہ نوائے وقت شروع کر کے صحافتی میدان میں قوم کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

7- انجمن کی ترقی میں مسلمان رہنماؤں کا کردار:

برصغیر کے مسلمان رہنماؤں نے انجمن کی ترقی و فروغ کے لیے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ انجمن کے سالانہ جلسوں میں سرسید احمد خان، نواب وقارالملک اور مولانا الطاف حسین حالی جیسی شخصیات نے شرکت کر کے پنجاب کے مسلمانوں کی بھرپور رہنمائی بھی کی۔

(ج) پاکستان کا آئین 1973ء

1970ء میں یحییٰ خان نے ملک میں پہلے انتخابات کروائے انتخابات کے نتائج انتہائی حوصلہ شکن تھے پاکستان ایک نئے بحران میں داخل ہو گیا جس کی وجہ سے 16 دسمبر 1971 کو مشرقی پاکستان، پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ 20 دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان اور سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا نئی حکومت کے سامنے ملک کی تعمیر نو کے علاوہ پاکستان کے لیے ایک مستقل آئین کی تشکیل کا چیلنج بھی موجود تھا 17 اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی نے مسودہ آئین کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی جس نے شب و روز کام کر کے 2 فروری 1973ء کو دستور کا مسودہ قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا قومی اسمبلی نے 12 اپریل 1973ء کو اسے متفقہ طور پر منظور کیا اور 14 اپریل 1973ء کو اسے نافذ کر دیا گیا۔

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1973ء آئین میں بھی قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ حاکمیت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور پاکستان کے عوام جو اختیارات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے ان کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہو گی۔

2- ملک کا نام:

دونوں سابقہ دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔

3- سرکاری مذہب:

1973ء کے آئین کے مطابق اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔

4- صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا:

اس دستور کے تحت صدر اور وزیر اعظم دونوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی 1956 اور 1962 کے دساتیر میں صرف صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔

5- اسلامی قوانین کا نفاذ:

www.paksights.com

ملک میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور پہلے سے موجود تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں گے۔

6- قرآن وسنت کی پیروی:

پاکستان کے مسلمانوں کو موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

7- مسلمان کی تعریف:

1973ء کے دستور میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف بڑی وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے جس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر ایمان لانا بھی لازمی ہے۔

8- قرآن پاک اور اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق ملک میں قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

9- اسلامی معاشرے کا قیام:

دستور کے ابتدائیہ میں عہد کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

10- اسلامی اقدار کا تحفظ:

1973ء میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت ملک سے جہالت کے خاتمے کی کوشش کرے گی مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات کو بہتر بنائے گی پاکستان کے شہریوں کو بنیادی ضرورتیں اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرے گی۔ عصمت فروشی، شراب اور جوا پر پابندی لگائی جائے گی۔

11- قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک طباعت:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک صحیح طباعت واشاعت کا انتظام کرے گی۔

12- عربی زبان کی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت ملک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کرے گی۔

13- سود کا خاتمہ:

1973ء کے دستور کے تحت ملک کے معاشی نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جائیں گے۔

14- زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

1973ء کے دستور میں زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کے نظام کو مناسب انداز میں چلانے کا وعدہ کیا گیا۔

www.paksights.com

15- اسلامی ممالک سے خوشگوار تعلقات:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کرے گی۔

16- اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت:

1973ء کے آئین کی رو سے اقلیتوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی ان کے حقوق و مفاد کی نگہداشت حکومت کی ذمہ داری ہوگی صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے اضافی نشستیں بھی مخصوص کی جائیں گی۔

17- نظریہ پاکستان کا تحفظ:

1973ء کے آئین میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ صدر مملکت، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، سپیکر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر، سینٹ کا چیئرمین، صوبائی گورنروں، وزیر اعلی، سپیکروں اور ڈپٹی سپیکروں کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے وقت اس بات کا اقرار کریں گے کہ نظریہ پاکستان کے وفادار رہیں گے۔

18- قومی زبان:

1973ء کا آئین مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کا ترجمان تھا۔ اس لیے پاکستان کی قومی زبان اردو قرار دی گئی۔ ویسے بھی اردو مسلمانان برصغیر کا عظیم ورثہ تھی۔ اس میں مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ تہذیب وثقافت کے علاوہ دینی سرمایہ محفوظ تھا۔

19- فلاحی ریاست کا قیام:

1973ء کے آئین میں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ملک سے بیماری، جہالت اور بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ شہریوں کو بنیادی ضروریات روٹی کپڑا، مکان اور صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

20- قرارداد مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

1985ء میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

21- اسلامی نظریاتی کونسل:

1973ء کے آئین کے تحت صدر مملکت آٹھ سے پندرہ ارکان پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرے گا۔ یہ کونسل صدر، گورنر مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو کسی بھی بل کے متعلق مشورہ دے گی کہ آیا وہ بل اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں مزید برآں یہ کونسل قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے میں قانون سازاداروں کی راہنمائی کرے گی۔